www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

اپریل 2017ء / رجب 1438ھ جلد نمبر 9، شمارہ نمبر 4 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے - تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

حُسنِ ترتیب

- انسانی ترقی کے عالم گیر نظام پر اللہ کی حمد وثنا
- استقامت کی اہمیت
- سچائی کا متلاشی نوجوان اور ولی اللّٰہی فکر
- انسانی طبیعتوں پر اُن کی جِبلّت کے اثرات
- مولانا مملوک علیؒ کا مطالعے میں انہماک
- معیشت کیسے درست ہو؟
- معاشی تعاون تنظیم (اعلانِ اسلام آباد)
- افتراق وانتشار کی خرابیاں
- جھوٹے پروپیگنڈے کی ممانعت
- سادگی
- اردو کے فروغ میں دیو بند کا ڈیڑھ سو سالہ کردار
- شہید بحرِ رحمت مفتی عنایت احمد کاکورویؒ
- ایک مبارک خواب اور اس کی عملی تعبیر
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (لدھیانویؒ) نے کہا کہ: مسلمان کا ذہن اب (دشمن پر) حملہ آور (ہونے کا) نہیں رہا۔ ہر جگہ دفاعی رہ گیا ہے، جو شکست کی علامت ہے۔

اس پر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ: ''انسان کے اندر ایک تو روح کی قوت --- جسے ملکوتی قوت کہہ سکتے ہیں --- ہوتی ہے اور وہ کسی عارضے کی وجہ سے جس کا علم خدا کو ہی ہوتا ہے، ہر انسان میں متفاوت (مختلف) درجے کی ہوتی ہے۔ اور ایک قوت انسان میں بہیمیت کی ہوتی ہے۔ اس کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے۔ پس جس شخص میں ملکوتی قوت جس درجے کی اعلیٰ ہوگی اور بہیمیت بھی جس درجے کی زیادہ ہوگی، وہ قوم کا امام ہوگا۔ اس کی بڑی استعداد ہوگی۔ اس کے علاوہ جو لوگ ہوتے ہیں، ان میں جس درجے کی یہ دونوں چیزیں ہوں، اتنے ہی وہ مضبوط ہوتے ہیں اور ان کی رفتار اسی کے مطابق ہوتی ہے۔ ان چیزوں کے درجوں کے تفاوت اور اس کی ترکیب کے مطابق ہر شخص کی پرواز ہوتی ہے۔''

(مجلس ۹ رمحرم الحرام ۱۳۶۶ھ/ 4 ر دسمبر 1946ء بروز: بدھ۔ مقام: انارکلی، لاہور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 241، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

انسانی ترقی کے عالم گیر نظام پر اللہ کی حمد و ثنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ (1:1)

(سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔)

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ انسان جب یہ آیت پڑھتا ہے تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ: ''حَمِدنی عبدی.'' (میرے بندے نے میری ستائش اور تعریف کی۔)

اس آیتِ مبارکہ میں خدا پرستی کے دو اَساسی اصول واضح کیے گئے ہیں:

پہلا اصول؛ کمالاتِ الٰہی پر مبنی کائنات کے نظام پر اللہ کی تعریف اور حمد و ثنا

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں: ''اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے لیے تمام کمالات اور مکمل اوصاف کا اثبات کرنا ہے۔'' جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا: ''افضل الدّعاء الحمد للّٰہ.'' (سب سے افضل ترین دعا ''الحمد لِلّٰہ'' ہے۔) نیز حضورؐ نے فرمایا: ''الحمد للّٰہ رأس الشّکر.'' (''الحمد للّٰہ'' شکر کا مرکز اور منبع ہے۔)'' (حجۃ اللہ البالغہ، ج:2، ص:572)

''حمد'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں: ''جو فعل کسی کے اپنے علم و اختیار اور ارادے سے صادر ہوا ہو، اس کی حقیقی تعریف کرنا۔''

''حمدِ الٰہی'' کا مطلب دراصل کمالاتِ الٰہی (ابداع، خلق، تدبیر، تدلی) کی بنیاد پر یہ اعتماد رکھنا ہے کہ یہ کائنات اللہ کے قائم کردہ ایک عالم گیر اور باقاعدہ نظام کے تحت چل رہی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین و ضوابط کے تحت ہی کائنات کا پورا نظام کام کر رہا ہے، اس پر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنا۔

دوسرا اُصول؛ ربوبیتِ الٰہی پر مبنی تکوینی اور تشریعی نظام پر پختہ یقین اور اعتماد

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: ربّ کے معنی ہیں کسی شئے کو تدریجی طور پر نشو و نما دے کر تکمیل تک پہنچانے والی ذات۔ انسانیت کی تکمیل یہ ہے کہ انسان اپنے مقصدِ پیدائش کو سمجھ لے۔ پھر اس کی تکمیل کے لیے پوری جدوجہد اور کوشش کرے۔ عالَم کے مفہوم میں تمام مخلوقات اور انسانی اقوام شامل ہیں۔ ہر انسان اور قوم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ''ربوبیتِ الٰہی'' پر اعتماد رکھے۔ کائنات میں موجود تمام مخلوقات کی احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے ربوبیتِ الٰہی کا ایک تکوینی، طبعی اور فطری نظام کام کر رہا ہے۔ اس ''تکوینی نظام'' کے ساتھ ساتھ ربوبیتِ الٰہی کا ایک ''تشریعی نظام'' بھی اُن کی فطرت اور طبیعت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ ہر دور کے نبیؑ اس تشریعی نظام کے تحت انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس دور میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشریعی نظام دیا ہے، وہ تمام انسانیت کی احتیاجات کو پورا کرنے کا ایک عالم گیر نظام ہے۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ کائنات کی جدید ترقیات اور سائنسی دریافتوں کو ربوبیت کے تکوینی نظام کا حصہ سمجھا جائے اور پھر ان دریافتوں کو رسول اللہ ﷺ کے وضع کردہ عدل و انصاف کے تشریعی نظام کے تحت انسانیت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جائے۔

درسِ حدیث

تشریح: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

استقامت کی اہمیت

عن أنس بن مالکؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ:

''یأتي علیٰ النّاس زمان، القابض علیٰ دینہٖ کالقابض علیٰ الجمر.''

(سنن التّرمذی، حدیث نمبر 2260)

(حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا بھی دور آئے گا کہ ان میں اپنے دین پر مضبوطی سے عمل کرنے والا ایسے ہوگا، جیسے دہکتا انگارا ہاتھ میں پکڑنے والا۔'')

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ یہ پیشین گوئی فرما رہے ہیں کہ لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ نیکی کے اسباب اور مواقع کم ہو جائیں اور گناہ کے اسباب وافر اور اس کا ماحول غالب آجائے گا۔ ایسے وقت میں دین پر کاربند لوگ بہت کم رہ جائیں گے۔ خواہشاتِ نفسانی بھڑکانے اور ظلم و ستم کا نظام مسلط ہو جائے گا۔ اس وجہ سے عوام الناس فسق و فجور کی طرف راغب ہو جائیں گے۔ دین کے غلبے کی کوشش کرنے والے بے پناہ مشکلات اور ناقابلِ برداشت تکالیف کا سامنا کریں گے۔ ان کے دشمن بہت ہوں گے جو اِن کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں گے اور ان کے بارے میں لوگوں کے اندر شکوک و شبہات پیدا کریں گے۔ اور کفر و اِلحاد پھیلانے والے بھی کم نہ ہوں گے۔

آج ہم اپنے گرد و پیش کا جب جائزہ لیتے ہیں تو صورتِ حال کچھ ایسی ہی ہے۔ لوگوں میں باہمی ظلم و ستم کا چلن ہے۔ معاشرت فساد زدہ ہے۔ معیشت حرام اور دھوکے کی ہے۔ سیاست انارکی کی شکار اور لوٹ کھسوٹ کا ذریعہ ہے۔ حکمران خواہشاتِ نفسانی کے بندے اور ذاتی اغراض کے خول میں بند ہیں۔ عدل و انصاف کی تشریح اور نفاذ کے ذمہ داران ظلم کی چکی چلا رہے ہیں۔ عوام الناس کی اکثریت مسائل کا شکار اور جبر و استبداد کی وَجہ سے باوقار زندگی گزارنے سے عاجز آچکی ہے۔ کفر و ضلال، فسق و فجور اور ظلم و ستم کا نظام ایسا مسلط ہے کہ ہدایت پر قائم رہنے کے لیے بے پناہ مشکلات ہیں۔ نیکی پر قائم رہنا تپتی ریت پر چلنے اور دہکتے انگارے کو ہاتھ میں لینے کے مترادف ہو گیا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس فساد کو ختم کرنے کے ذمہ دار تھے، ان میں سے اکثریت مصلحت پسند ہو گئی ہے۔ لوگ اس کفر و ظلم کے معاون و مددگار ہو گئے ہیں۔ اس صورتِ حال کو ختم کرنے کا علم بلند کرنے والوں کو مذہبی فتوؤں کا سامنا ہے۔ ظلم کو قائم کرنے والا طبقہ خوش ہے کہ اصلاحِ احوال کی سوچ رکھنے والے گنتی کے لوگوں کی راہ روکنے کے لیے خود ان کے اپنے ہی کافی ہیں۔ اس پیچیدہ صورتِ حال میں دینی فکر کے حامل لوگوں کے لیے قرآن کی یہ بشارت ہے کہ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں، اللہ ان کے لیے بالآخر آسانی پیدا کر کے انھیں اس مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ ان کے لیے اللہ کافی ہے۔ اس لیے اہلِ حق کو مخالف فضاؤں سے گھبرانے کی بجائے مددِ خداوندی کے بھروسے پر استقامت کی ضرورت ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

سچائی کا متلاشی نوجوان اور ولی اللّٰہی فکر

کسی بھی سوچ اور نظریے کے حامل افراد کو جب منزل نہ ملے تو سوالات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ ایسی جماعتیں جو کسی نظریے اور پائیدار سوچ کے بجائے وقتی ایشوز اور نعروں پر اپنی جماعتی عمارت کی تعمیر کرتی ہیں، ان کے عارضی وجود کو ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ پے در پے وقتی ایشوز اور جذباتی نعرے ان کے وجود کو عارضی آکسیجن تو فراہم کرتے ہیں، لیکن ان جماعتوں کو ٹھوس وجود دینے سے قاصر رہتے ہیں۔

پاکستانی سیاست کی خالق جماعتیں کچھ ایسے ہی ایشوز اور نعروں پر اپنے وجود کو دھکیلتی رہی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ معدوم ہو کر نئے نئے ناموں سے تاریخ میں سفر کرتی رہی ہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل برصغیر میں ہندو مسلم تنازعہ، ہندو اکثریت کا خوف، علاحدہ وطن کا حصول، اسلامی ریاست کا خواب اور بعد از قیامِ پاکستان کشمیر تنازعہ، ماضی کی ہندو مسلم منافرت، جہادِ افغانستان جیسے ایشوز پر ان جماعتوں نے اپنے وجود کو برقرار رکھا ہے۔ سیاسی جماعتیں جو براہِ راست مسندِ اقتدار پر قابض ہوتی ہیں یا اپوزیشن کا دم بھرتی ہیں، وہ اپنے سیاسی وجود کو قائم رکھنے کے لیے قدرے کم اور چھوٹے چیلنجز سے دوچار ہوتی ہیں۔ بہ نسبت ان جماعتوں کے جو اپنے آپ کو نظریاتی کہلوانے پر مُصِر ہوتی ہیں یا اسلامی ہونے کی دعوے دار ہوتی ہیں۔ آج کل پاکستان میں موجود مذہبی سیاست کی حامل قوتیں کچھ اسی قسم کے چیلنج سے دوچار ہیں۔

دو سپر پاورز کے درمیان سرد جنگ کے خاتمے نے ان ایشوز پر سیاست کرنے والی جماعتوں کے کئی چلتے کاروبار ٹھپ کر دیے تھے۔ اب عالمی سیاست میں نت نئی تبدیلیوں اور بدلتی ہوئی حکمتِ عملیوں نے مذہبی سیاست کے کئی خواب بھی چکنا چور کر دیے ہیں۔ افغانستان میں جیسی تیسی قومی حکومت کے قیام نے ''جہاد'' کے سہارے وجود پذیر ایک پوری معیشت کی عمارت کو متزلزل کر دیا ہے۔ بالآخر کشمیر ایشو سمیت سارے مسائل نئے تجارتی راستوں اور کاروباری پالیسیوں کی نظر ہو کر اپنا وجود کھو بیٹھیں گے اور ستر سال قبل تراشے گئے مسائل پر اب پُرانی سیاست کے کھیل کے تسلسل کو برقرار رکھنا ممکن نہیں رہے گا۔

ایسے میں دینی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے کام کرنے والے نوجوان کئی ایک مخمصوں کے شکار نظر آتے ہیں۔ ان کے سوالات کے جوابات ان کی قیادت کے پاس نہیں ہیں۔ کیوں کہ جس قیادت نے کشمیر اور افغان پالیسی کے زیر اثر سوشل ازم کے خطرے اور ہندو دشمنی پر اپنی سیاست کی ساری عمارت کھڑی کی تھی، اب نہ تو اس میں نوجوانوں کے لیے کوئی کشش رہی ہے اور نہ یہ ایشوز اب ریاست کی ضرورت رہے ہیں۔

ان بے چین نوجوانوں کے سوالات کے جوابات اگر کہیں ہیں تو وہ ولی اللّٰہی فکر میں ہیں۔ ولی اللّٰہی فکر کی اساس وقتی نعروں اور جذباتی فضا میں کسی تخلیق کیے گئے نظریۂ ضرورت کے بجائے سوسائٹی کی مستقل تعمیر و تشکیل کے ان نظریات و افکار پر ہے، جنھیں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن حکیم میں تدبر و بصیرت، اَحادیثِ نبویّہ میں محققانہ طرزِ فکر، تصوف اور علومِ دینیہ و شرعیہ کی روشنی میں انسانیتِ عامہ کی ترقی کی ایک ایسی سماجی حکمتِ عملی پیش کی ہے، جس پر عمل کر کے جہاں ہم سرمایہ دارانہ نظام کے جبر اور سوشل ازم کی مذہب بے زار تعلیم سے بچ سکتے ہیں، وہاں جدید عہد کے صنعتی اور مشینی تقاضوں کو بھی پورا کر سکتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ طویل جلاوطنی کے بعد جب وطن لوٹے تو انھوں نے اپنی ساری زندگی کے تجربات کی روشنی میں یہ جانا کہ اس خطے کے مسائل کا حل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ اور ان کے اس رسوخ اور پختگی کی وجہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت اور فلسفے کا گہرا مطالعہ تھا۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

''شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے سے ہمارا تعلق پچاس برس سے دنیا جانتی ہے۔ اس وقت ہم اپنی تحقیقات کا نچوڑ آئندہ نسل کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستانی قومی فکر میں ایک معقول خیال کا اضافہ کریں؛ جس سے ایک مسلمان بھی اپنے ہندوستانی ہونے پر اسی قدر فخر کر سکے، جس طرح دنیا کے عقل مند محبانِ وطن مسلم ہوں یا غیر مسلم؛ اپنے اپنے وطن کی عزت پر ناز کرتے ہیں۔ وہ خیال دنیا کے ایک غیر معروف، لیکن بہت بڑے فلاسفر امام ولی اللہ دہلویؒ کا فلسفہ ہے۔'' (خطبات و مقالات)

اور پھر وہ اپنے مسلک اور مکتبۂ فکر کے اربابِ اختیار سے اس فلسفے کو داخلِ نصاب کرنے کی تلقین بھی کرتے رہے۔ چناں چہ وہ فرماتے ہیں: ''جمعیت علمائے ہند جیسی جماعت کو میں زور سے دعوت دیتا ہوں کہ وہ امام الائمہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے پر استقلالی نظر ڈالے اور اپنے مدارس اور مجالس میں اس کو رواج دے۔'' (خطبات و مقالات)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے فکر پر پہلا حملہ دیوبند تحریک کی اساسی فکر کے علی الرغم قائم حلقوں نے کیا تھا، لیکن حضرت سندھیؒ کے دو مقالات ''شاہ ولی اللہؒ کی حکمت کا اجمالی تعارف'' اور ''شاہ ولی اللہؒ اور اُن کی سیاسی تحریک'' نہ صرف مُسکِت جواب ثابت ہوئے، بلکہ ہندوستان کے علمی حلقے ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اوّل الذکر مقالے کو مدیر ''الفرقان'' مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے ولی اللّٰہی علوم و معارف کے لیے بنیادی لٹریچر تسلیم کیا اور حضرت سندھیؒ کے ولی اللّٰہی حکمت پر مطالعے کو گہرا اور عمیق قرار دیا اور مولانا سیّد سلیمان ندویؒ نے بعد از مطالعہ اپنے تأثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ''مولانا سندھیؒ کے مضمون کو میں نے بہ غور پڑھا اور اس یقین کے ساتھ ختم کیا کہ بے شک مولانا کی نظر حضرت شاہ صاحبؒ کے فلسفے اور نظریات پر نہایت وسیع اور عمیق ہے۔''

دوسرا حملہ حضرت سندھیؒ کی فکر پر پاکستان میں اپنے آپ کو دیوبندی کہلانے والوں نے اس وقت کیا، جب دنیا حضرت سندھیؒ کو ولی اللّٰہی حکمت کا شارح اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا جاں نثار مان رہی تھی تو مودودی اور ندوی فکر سے متاثر پاکستان کے بعض دیوبندی حلقے ان کے بارے میں نوجوان نسل میں بدگمانی پیدا کرنے میں مصروف تھے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

افکارِ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

انسانی طبیعتوں پر اُن کی جِبلّت کے اثرات

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

برعظیم پاک و ہند کی عظیم ترین شخصیت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں انقلابی افکار اور تعلیمات انسانیت کے سامنے پیش کیے ہیں۔ دوسرے ہجری ہزارے میں دینِ حق کی سچی تعلیمات پر مبنی اُن کے بیان فرمودہ افکارِ عالیہ آج بھی اپنے اندر تازگی رکھتے ہیں۔ یہ افکارِ عالیہ نئی سیاسی، سماجی اور معاشی تشکیل کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مترجم

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ حُجّۃ اللّٰہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

''(انسانی جبلت کی آٹھ اقسام میں سے) ہم یہاں صرف اُن قسموں کا ذکر کریں گے، جس کی ضرورت ہمیں اس کتاب (کی مباحث کو سمجھانے) کے حوالے سے ہے:

(1) جن لوگوں میں بہیمیت جس درجے زیادہ شدید اور طاقت ور ہوتی ہے، انھیں اتنی ہی زیادہ ریاضتوں اور مشقتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کی قوتِ مَلَکی اور قوتِ بہیمی کے درمیان کش مکش رہتی ہو۔

(2) جن لوگوں کی قوتِ مَلَکی ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت رکھتی ہے، وہ کمال کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے جن کی قوتِ مَلَکی اور قوتِ بہیمی کے درمیان باہم صلح صفائی ہوتی ہے، وہ بہت اچھے اعمال اور بہت زیادہ مہذب آداب کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں سے جن کی دونوں قوتوں میں باہم کش مکش ہوتی ہے، وہ جب قوتِ بہیمیہ کی قید سے آزاد ہوتے ہیں تو اُن میں علمی صلاحیت و استعداد زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے لوگ عام طور پر عملی آداب کی پابندی کی پرواہ نہیں کرتے۔

(3) جن لوگوں کی قوتِ بہیمی کمزور ہوتی ہے، وہ بڑے اور اعلیٰ درجے کے کاموں کا بوجھ اٹھانے سے دور بھاگتے ہیں، لیکن ان میں سے جن کی قوتِ مَلَکی اعلیٰ ہوتی ہے، وہ تمام دُنیاوی امور کو چھوڑ کر پوری فراغت کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے جن لوگوں کی قوتِ مَلَکیہ ملاءِ سافل سے مناسبت رکھتی ہے، اگر وہ اُس جانب متوجہ رہیں تو آخرت کے فائدے کے لیے دنیاوی اُمور میں زہد اختیار کرتے ہیں۔ ورنہ وہ سستی اور کوتاہی کی وجہ سے کاموں میں ہاتھ ڈالنے سے دور بھاگتے ہیں۔

(4) جن لوگوں کے اندر قوتِ بہیمیہ طاقت ور ہوتی ہے، وہ بے دھڑک بڑے بڑے کاموں میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں، لیکن (اُن میں سے):

(الف) جو قوتِ مَلَکیہ بھی عالیہ رکھتے ہوں، وہ اجتماعی مفادِ عامہ اور رائے کلی کے مطابق ریاستوں کا نظم و نسق چلانے میں زیادہ مضبوط اور با اعتماد ثابت ہوتے ہیں۔

(ب) جو قوتِ مَلَکیہ سافلہ رکھتے ہیں، وہ جنگوں میں شامل ہونے والے سپاہی اور بوجھ اٹھانے والے مزدور ہوتے ہیں۔

(ج) ان میں سے جو دونوں قوتوں میں کش مکش والے افراد ہوتے ہیں، وہ جب دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو صرف دنیاوی اُمور میں ہی مشغول رہتے ہیں۔ اور جب اعلیٰ کاموں کی طرف ترقی کرتے ہیں تو صرف دینی کاموں، اپنے نفس کو مہذب بنانے اور اُسے اللہ کی طرف متوجہ رکھنے میں مشغول رہتے ہیں۔

(د) ان میں سے جن افراد کی دونوں قوتوں میں باہم صلح صفائی ہوتی ہے، وہ دنیا اور آخرت دونوں کاموں میں یکساں طور پر مشغول ہوتے ہیں۔ وہ بہ یک وقت ان دونوں کاموں کو سرانجام دینے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کی اہلیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(5) وہ لوگ جن کی قوتِ مَلَکی بہت اعلیٰ درجے کی بلند ہوتی ہے، وہ بہ یک وقت دین اور دنیا کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ہر دم حق تبارک و تعالیٰ کی مراد کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدم رہتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے کام کرنے والے ایک آلۂ کار کی صورت ہوتے ہیں، جو اس کے نظامِ کلی کو پورا کرنے کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ خلافت کا نظام، ملت کی امامت اور رہنمائی کے امور وغیرہ۔ یہ لوگ دراصل انبیا علیہم السلام اور ان کے وارثین ہوتے ہیں۔

(6) ایسے لوگ جن کی قوتِ مَلَکی بہت اعلیٰ درجے کی ہو اور اُن کی دونوں قوتوں کے درمیان باہم مصالحت ہو، وہ لوگوں کے حکمران اور اُن کے سربرآوردہ لوگ ہوتے ہیں۔ وہی ان کے رہنما ہوتے ہیں۔ اللہ کے دین میں اُن کی فرماں برداری اور اتباع کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ (جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین)

(7) ان (مذکورہ بالا حضرات) کی سب سے زیادہ اطاعت ایسے لوگ کرتے ہیں، جن کی دونوں قوتوں میں مصالحت ہو اور اُن کی ملکیت سافلہ ہو۔ اس لیے کہ وہ احکامِ شرعیہ کی عملی شکلوں کو پورے طور پر حاصل کرنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔

(8) ان (انبیاؑ اور ان کے وارثین) سے دور رہنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں، جن کی دونوں قوتوں میں کش مکش جاری رہتی ہے۔ اس لیے کہ یا تو وہ طبیعت کی ظلمتوں میں منہمک رہتے ہیں۔ اس لیے وہ (انبیاؑ کے) صحیح طریقے پر قائم نہیں رہتے۔ یا اپنی طبیعت پر زبردستی کر کے اُس طریقے کو قائم کرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر وہ ملکیتِ عالیہ رکھتے ہوں تو وہ احکامِ شریعت کی روح کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں، لیکن اُس کی عملی شکل میں کوتاہی کرتے ہیں۔ ان کی زیادہ تر ہمت یہ ہوتی ہے کہ وہ عالمِ جبروت کے دقائق کی معرفت حاصل کریں اور اس کے رنگ میں رنگے جائیں۔ اور اگر ان کی ملکیت کم درجے کی ہو تو وہ اَوراد و وظائف اور ریاضتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس طرح اُن پر قوتِ مَلَکیہ کی چمک سے کشف و الہام اور دعاؤں کی قبولیت وغیرہ کے عجیب و غریب واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ احکامِ شریعت کو دل کی مضبوطی کے ساتھ نہیں تھامتے۔ سوائے اس کے کہ اپنی طبیعت کو احکاماتِ الٰہیہ کے تابع کرنے اور انوارات حاصل کرنے کے طریقے اختیار کریں۔

یہ انسانی فطرت اور جبلت کے ایسے اصول ہیں کہ جنھیں میرے ربّ نے مجھے عطا کیا ہے۔ جو آدمی ان میں مہارت حاصل کر لے تو اُس کے سامنے اہل اللہ کے حالات، اُن کے کمالات کے درجات، اُن کے بیان کردہ رموز و اشارات اور سلوک و ارشاد میں ان کے مراتب کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ فرمانِ خداوندی ہے: ''یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔'' (38:12)

(باب اختلاف النّاس فی جبلّتھم الخ)

www.rahimia.org

مولانا مملوک علیؒ کا مطالعے میں انہماک

مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

حضرت مولانا مملوک علیؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایسے بزرگوں کے استاذ الکل تھے۔ انھوں نے جس نیت اور اخلاص و ہمت سے جس طرح علم حاصل کیا، وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ وہ بجا فرماتے ہیں: ''تم علم کیا حاصل کرو گے! علم ہم نے حاصل کیا ہے اور جو ہم نے محنتیں اٹھائی ہیں، تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے خود فرمایا کہ: ''ہمارے پاس کوئی غذا کا سامان نہیں تھا، نہ کوئی کھانا ہی مقرر تھا اور نہ کوئی وظیفہ تھا۔ ہمارے کھانے کا ڈھنگ یہ تھا کہ شام کو سبزی منڈی جاتے تھے۔ جب سبزی فروش سبزیاں بیچ کر چلے جاتے تو وہاں سبزیوں کے ڈنٹھے اور پتے پڑے رہتے تھے۔ ان سب کو جمع کر کے دھوتے اور پاک کرتے۔ ان میں نمک ڈالتے اور اُبال کر کھا لیا کرتے تھے۔ یہ کھانا ہوتا تھا۔ بعض دفعہ روٹی بھی نہیں ہوتی تھی۔ پتے ہی کھا کر گزارا کیا کرتے تھے۔''

نیز فرمایا کہ: ''مطالعے کی صورت یہ تھی کہ مدرسے میں کوئی روشنی کا بندوبست نہیں تھا۔ ہم بازار میں بنیوں (ہندو تاجروں) کی دوکان پر چلے جاتے تھے۔ ان کے دروازوں کے تختوں کے بیچ میں چراغ کی روشنی کی چھینٹ پڑ جاتی تھی۔ بنیوں کا قاعدہ یہ تھا کہ رات بھر دکان میں چراغ جلاتے تھے۔ وہ اسے بدفالی سمجھتے تھے کہ رات کو دکان میں اندھیرا رہے۔ وہ دکان کے اندر شام کو چراغ جلا کر چھوڑ دیتے۔'' (حکیم الاسلام اور اُن کی مجالس، ص9)

ان حضرات کا علم کے مطالعے میں کس قدر انہماک ہوتا تھا ملاحظہ فرمائیں! کہ ایک رات دکان کے تختے پر بیٹھ کر کتاب دیکھ رہے تھے۔ اتفاق سے کسی شہزادے کی سواری نکلی۔ ہاتھی پر شہزادہ سوار اور گھوڑے کے نقیب اور چوب دار صدا لگاتے ہوئے نکل رہے تھے، مگر مولاناؒ (نحو کی کتاب) ''کافیہ'' کے مطالعے میں اتنے منہمک تھے کہ ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ کس کا جلوس آ رہا ہے۔ یہ ٹانگیں زمین پر رکھے ہوئے کتاب دیکھ رہے تھے۔ نقیبوں نے آوازیں دیں، مگر ان کے کان میں کچھ آواز نہیں آئی۔ یہ اپنی کتاب دیکھتے رہے۔ شہزادے کی سواری قریب آئی تو اس کو غصہ آیا اور چوب دار کو حکم دیا کہ اس کو دھکا دو۔ اس نے زور سے دھکا دیا۔ اب ان کو پتہ چلا کہ کوئی سواری نکل رہی ہے۔ (حوالہ بالا، ص10) آپ نے درجِ بالا واقعے میں ملاحظہ فرمایا کہ:

1۔ ان کو اس قدر علمی انہماک تھا کہ کتاب دیکھنے میں نہ بادشاہ کی خبر تھی نہ بادشاہ گیری کی۔

2۔ سخت محنت و مشقت سے علوم حاصل کیے جاتے تھے۔

3۔ ہمارے اکابر میں کس قدر صدق و اخلاص تھا اور علم کی راہ میں کس قدر فنائیت تھی، جس کی وَجہ سے ان کے علوم میں برکت تھی۔ آج طلبا و علما کو اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ہم ان اعلیٰ صفات سے کس قدر دور ہو گئے ہیں اور علم کی برکت اٹھ گئی ہے۔

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

معیشت کیسے درست ہو؟

دورِ حاضر میں معیشت کے سوال کو سب سے مشکل سوال سمجھا جاتا ہے۔ ہم جیسے ممالک میں اس سوال کے ساتھ غربت، ناخواندگی، بدتر صحت، بیڈ گورننس اور عدمِ مہارت جیسے مسائل بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا گھن چکر ہے جس میں ہمیں ڈالنے والے اس کا واویلا کرتے رہتے ہیں اور اس خلیج کو مزید بڑھانے میں کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان 20 کروڑ نفوس پر مشتمل آبادی کے لحاظ سے دنیا کا آٹھواں بڑا ملک ہے۔ کسی بھی ملک کی کام کرنے والی آبادی اُس معیشت کی اصل طاقت ہوتی ہے اور پاکستان کی معیشت میں ہر سال پندرہ لاکھ کام کرنے والوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلے میں یہ ایک بڑی تعداد ہے۔ دیکھا جائے تو یہ پاکستان کی معاشی ترقی کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ اگر اسے مناسب تربیت اور صحت کی سہولتیں فراہم کر دی جائیں۔

اس کے علاوہ پاکستان ایک ایسے خطّے میں واقع ہے جو معاشی ترقی کے حوالے سے ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ چین، ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک جہاں دنیا کی 60 فی صد آبادی رہتی ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسی خطّے میں دنیا کے سب سے زیادہ تیزی سے ترقی کرنے والے ممالک بھی یہیں موجود ہیں۔ دوسری جانب پاکستان کے مغرب میں افغانستان، وسطِ ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ جیسے معدنی دولت سے مالا مال خطّے موجود ہیں۔ تاریخی شواہد کے مطابق پاکستان کا علاقہ دنیا کے لیے ایک کوریڈور کا کردار ادا کرتا رہا ہے، جہاں سے مشہورِ زمانہ شاہراہِ ریشم گزرتی تھی۔ اس شاہراہ پر قدیم زمانے میں صرف ریشم کی تجارت ہوتی تھی، لیکن آج کے دور کا ریشم یعنی معدنی تیل، تانبہ، قدرتی گیس، سونا، کوبالٹ، لیتھیم اور یورینیم ہے۔ جس کے وسیع ذخائر ہمارے مغربی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ صرف وسطِ ایشیا میں موجود تیل اور گیس کے ذخائر آئندہ دو سو سال تک دنیا کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔

اتنی بڑی آبادی کی ضروریات کی تسکین کے لیے ان معدنی وسائل کو پاکستان کے خشکی اور سمندری راستوں سے گزرنا ہوگا۔ اس عمل میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ یقیناً کسی کے مفاد میں نہیں۔ چناں چہ ایران، پاکستان، بھارت (IPI) گیس پائپ لائن' تمام تر مخالفتوں اور ہماری حکومت کی سست روی کے باوجود رُوبہ عمل ہے۔ دوسری جانب ترکمانستان، افغانستان، پاکستان اور بھارت TAPI گیس پائپ لائن کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا۔ اسی طرح پاک چین اقتصادی راہ داری حتمی شکل لے رہی ہے۔ یہ تمام منصوبے یقیناً خطّے کی ضرورت ہیں، چاہے پاکستان کی حکومتیں اسے عملی طور پر پسند کریں یا نہ کریں۔ ان منصوبوں کا نتیجہ امن کی ناگزیریت اور ہمسایوں سے اچھے تعلقات کی صورت میں نکلے گا جو کاروباری سرگرمیوں کے اضافے کا سبب بنے گا۔

پاکستان کی نااہل مقتدرہ کو کیا کرنا ہے؟ اس کا جواب لوگوں کی صحیح تعلیم و تربیت ہے۔ ورنہ ان منصوبوں کے معاشی ثمرات سے پھر وہی سرمایہ دار و جاگیر دار طبقہ ہی مستفید ہوگا۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رامضان، راولپنڈی

معاشی تعاون تنظیم

اعلانِ اسلام آباد

1964ء میں قائم ہونے والا سہ ملکی علاقائی اتحاد RCD یعنی علاقائی تعاون برائے ترقی، ریجنل کوآپریشن فار ڈویلپمنٹ (Regional Co-opration for Development) 1979ء میں ایرانی انقلاب کے بعد غیر مؤثر ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ یہ اتحاد بنیادی طور پر تین ملکوں، یعنی ایران، پاکستان اور ترکی کو باہم مربوط رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا، تاکہ یہ تینوں ملک عالمی سیاست کی تشکیل میں ایک سامراجی پالیسی کے آئینہ دار رہیں۔ یہی وَجہ تھی کہ ایران' انقلاب کے نتیجے میں امریکی بلاک سے نکل گیا اوراس کے مخالف بلاک میں شمار ہونے لگا۔ اس لیے اتحاد بنانے والوں کو اسے دفن کرنا پڑا۔ 1985ء میں ایران کے شہر تہران میں موجودہ تنظیم قائم کرکے اسی کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی ایک اَور کوشش کی گئی، کیوں کہ ترکی اور پاکستان ابھی تک سامراجی بلاک کا حصہ تھے۔ لہٰذا ان کے ذریعے ایران پر دباؤ بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ اس حکمتِ عملی کا نام ECO یعنی معاشی تعاون تنظیم، اکنامک کوآپریشن آرگنائزیشن (Economic Co-operation Organization) رکھا گیا، لیکن یہ سعی بھی لاحاصل رہی۔

26/دسمبر 1991ء کو USSR یعنی یونین آف سوشلسٹ سوویت رپبلکس کے ایک دن پہلے کے صدر میخائل گورباچوف جو اس یونین کے آٹھویں اور آخری صدر تھے، نے سوویت یونین کے خاتمے کا اعلان کرکے اقتدار روس کے صدر بورس یلسن کے سپرد کردیا۔ اس کے بعد اس کی جملہ ریاستوں کو ایک نئے معاہدے CIS یعنی کامن ویلتھ آف انڈیپینڈنٹ سٹیٹس (Commonwealth of Independent States) دوسرے لفظوں میں ''آزاد ریاستوں کی دولتِ مشترکہ'' کا حصہ بنادیا۔ سامراجی بلاک نے کوشش کی کہ وہ ریاستیں جو کل تک روس کا حصہ تھیں، انھیں علاقائی اتحاد کے نام سے اپنے اثر میں لے لیا جائے اور اس کے لیے ECO کا جال شاید مناسب ہوگا۔

سامراجی بلاک نے کوشش کی کہ سابق روس کی چھ ریاستیں یعنی کرغزستان، تاجکستان، ترکمانستان، قزاقستان، ازبکستان اور آذربائیجان کے علاوہ افغانستان کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ جوزف نائے جو علاقائی اتحاد کے ایک مفکر سمجھے جاتے ہیں، کا خیال ہے کہ: ''ریجنل اِزم سے مراد ہے کہ چند ریاستوں کا ایسا اجتماع، جن کے درمیان مربوط جغرافیائی روابط پائے جائیں اور وہ باہمی طور پر ایک دوسرے پر منحصر ہوں۔'' اسی طرح ایک اور مفکر ای۔ بی ھیس کے بہ قول: ''ریجنل اِزم میں ریاستوں کے باہمی انضمام کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔''

بین الاقوامی تعلقات کے نظریے کے ایک اَور مفکر اور معتبر عالم دین اور ولی اللّٰہی افکار کے شارح اور امامِ عصر حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ''سروراجی منشور'' میں رقم طراز ہیں: ''ایسا علاقائی اتحاد جو قوموں کے معاشی اور سیاسی مفادات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی تصورات کا بھی احترام کرے۔ وہی اتحاد دیرپا اور پائیدار ہوسکتا ہے۔''

یکم/مارچ 2017ء کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والے ECO کے اجلاس میں جو اعلامیہ جاری ہوا، اسے ''ویژن 2025'' کا نام دیا گیا۔ رُکن ملکوں نے اتفاقِ رائے سے اعلامیہ جاری کیا کہ: ''رکن ممالک ایندھن کی فراہمی کے ذریعے تعلق بڑھانے کے علاوہ بنیادی ڈھانچے کی تعمیر وترقی، ذرائع مواصلات کے ذریعے تجارت کو فروغ دیں گے۔'' مزید یہ کہ: ''موسمیاتی تبدیلیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے رکن ملکوں کی عوام کو خوش حال بنا کر غربت کو دور کیا جاسکے اور ایسے حالات پیدا کیے جائیں، جس سے رکن ملکوں کے عوام میں رابطہ آسان ہو اور ان کی تاریخی اور تہذیبی روایات مضبوط و مستحکم ہوسکیں۔'' اس موقع پر چین پاکستان اقتصادی راہ داری منصوبے کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا گیا کہ: ''گوادر کی بندرگاہ کے ذریعے مال کی ترسیل کے دورانیے میں کمی آنے سے وقت اور ایندھن کی بچت سے تجارتی اخراجات میں کمی ہونے سے اشیا و خدمات کی قیمتیں سستی ہوجائیں گی، جو بالآخر تجارت کے فروغ کا سبب بنے گا۔''

دنیا کے حالات کتنی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ امریکی بلاک پر روسی بلاک کے مقابلے میں دنیا کے ملکوں کو باہم ملا کر اپنے بلاک کو مضبوط اور مؤثر بنانے کی دُھن سوار تھی، جب کہ آج حالت یہ ہے کہ وہی ممالک جو کل تک امریکی بلاک کا حصہ ہونے کے ناطے اپنے متعین دائرۂ کار میں کردار ادا کرتے نظر آتے تھے، آج وہی ممالک، چین اور رُوس کی طرف سے جاری کردہ منصوبہ ''چین پاکستان اقتصادی راہداری'' (CPEC) کی کامیابی کے لیے مؤثر حکمتِ عملی بنانے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہی ممالک اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ سی پیک منصوبے کی کامیابی ہی علاقے کی عوام کی ترقی اور خوش حالی کی علامت ہے۔

وہ سارے ممالک جو کل ECO کا حصہ بنائے گئے تھے، تاکہ انھیں عالمی پالیسی میں روس کے خلاف استعمال کیا جاسکے، وہ سارے کے سارے ممالک ایک ایک کرکے سی پیک منصوبے کی کامیابی میں اپنا اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ ترکی آگے بڑھ کر نہ صرف روس کو اپنے علاقے میں خوش آمدید کہہ رہا ہے، بلکہ شام میں امریکی پالیسی کے خلاف روس کا صفِ اوّل کا اتحادی بن چکا ہے۔

آج پاکستانی فوج کا سربراہ امریکا کو آگاہ کررہا ہے کہ اس کے افغانستان میں قیام سے دہشت گردوں کو تقویت پہنچ رہی ہے۔ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو روس کے صدر ولادی میر پیوٹن کو شکایت لگانے کے لیے 9/مارچ 2017ء کو ماسکو جارہا ہے کہ ایران شامی حکومت کے خلاف لڑنے والے دہشت گردوں کے تدارُک کے لیے اپنے فوجی یونٹس بھیج رہا ہے۔ دوسری طرف اگلے ہی روز یعنی 10/مارچ کو ولادی میر پیوٹن ترکی کے صدر رجب طیب اردگان کی پُرزور دعوت پر ملاقات کے لیے انقرہ جارہا ہے۔

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

افتراق وانتشار کی خرابیاں

10 / مارچ 2017ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآن حکیم نے جہاں انسانیت کی کامیابی کے اصول دیے، وہیں پر اس بات کو بھی پورے زوردار طریقے سے واضح کیا ہے کہ انسانیت کی کامیابی کے لیے کام کرنے والی مسلمان جماعت کے اجتماعی اور تنظیمی تقاضے کیا ہیں اور انھیں پورا کرنے کے لیے اس اجتماعیت کو کیا کردار ادا کرنا ہے۔ ہر وہ سوچ اور فکر یا عمل اور کردار جو اس اجتماعیت میں افتراق وانتشار پیدا کرے اُسے ناجائز قرار دے دیا گیا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (19:24) (مسلمانوں میں جو لوگ بُرے کاموں کی اشاعت کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔) یعنی وہ لوگ جو مسلمانوں میں ایسے کاموں کی اشاعت اور پروپیگنڈا کرتے ہیں، جو سوسائٹی کے نظم و نسق توڑنے کا باعث ہوتے ہیں، تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ فحش ہر وہ عمل ہے، جس کے ذریعے سے سوسائٹی میں افتراق پیدا ہو۔ اس پر دنیا اور آخرت میں سخت عذاب کی وعید کی گئی۔ اردو کے بیانیے میں عام طور پر فاحشہ کا تعلق صرف مرد اور عورت کے غلط تعلق سے جوڑا جاتا ہے، جب کہ یہ اس کی سب سے نچلی ترین شکل ہے۔ اس کی بڑی صورت سماجی نظم و نسق کو توڑنا اور معاشرے میں افتراق وانتشار پیدا کرنا ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم نے دوسری جگہ پر کہا ہے کہ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (2:191) سوسائٹی میں فتنہ مچانا، انسان کو قتل کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ ایسے فتنہ پرور لوگوں کی سرکوبی کہ جس کے نتیجے میں امن پیدا ہو جائے، فتنہ اور فساد کا خاتمہ ہو جائے، اس کو دین اسلام نے جائز اور لازمی قرار دیا ہے۔ دنیا کے ہر نظم و نسق میں لاء اینڈ آرڈر بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قانون پر عمل درآمد اور اس کی پابندی ضروری ہے۔ کوئی فرد، خواہ وہ کسی مرتبے اور عہدے اور رتبے کا ہو، قانون کی نظر میں برابر ہے۔ اس کے بغیر نظم و ضبط آگے نہیں بڑھ سکتا۔

آج معاشرے کی ترقی پر کوئی ڈیبیٹ نہیں ہوتی۔ ایک سوسائٹی کیسے ترقی کرے گی۔ سوسائٹی کے اجتماعی مسائل کیا ہیں؟ غلامی کی حالت کیوں ہے؟ سرمایہ پرستی کا مرض کیوں لاحق ہے؟ ہمارے معاشی اعداد و شمار کیا ہیں؟ ہمارے سوسائٹی کے اجتماعی تقاضے کیا ہیں؟ اس پر کوئی ڈیبیٹ نہیں ہوگی۔ ڈیبیٹ ہوگی تو فضول، لغو۔ کسی نے مکا مارا تھا تو کسی نے اس کے جواب میں کیا کہا تھا۔ کسی نے اُس کے لیے اُس کی فیملی کے بارے میں کیا الفاظ کہے یا رپورٹ کیے تھے۔ سارا میڈیا اسی سے بھرا ہوا ہے۔ صبح سے شام تک افتراق وانتشار کے پھیلانے اور نان ایشوز کو فروغ دینے کے لیے وہ جھوٹا پروپیگنڈا کر رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سوسائٹی انتشار کا شکار ہے۔‘‘

جھوٹے پروپیگنڈے کی ممانعت

حضرت آزاد رائے پوری نے مزید فرمایا: ’’پروپیگنڈا انسانی ذہنوں کو متاثر کرتا ہے۔ انسانی جسم کو متاثر کرتا ہے۔ اس کی سوچ اور اس کے رویوں پر اثرانداز ہوتا ہے۔ اس لیے یہ پروپیگنڈا، اطلاعات کا نظام دراصل انسانی اجتماعیت کو برقرار رکھنے میں بھی اور اجتماعیت کو توڑنے میں بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے اور ہمیشہ سے مسلمانوں نے اپنے غلبے کے زمانے میں اپنے نظم و نسق اور ڈسپلن کے تحت اس پر کنٹرول کیا ہے کہ اطلاعات کا غلط نظام سوسائٹی میں فروغ پذیر نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن جب زوال آتا ہے تو زوال کا سبب بھی وہی حرکتیں ہوتی ہیں جو کسی سوسائٹی کی تباہی اور بربادی اور اجتماعیت کے ٹوٹنے کا باعث بنتی ہیں، جن کا قرآن حکیم نے تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

اب یہ ’’فاحشہ‘‘ (غلط اطلاعات کا نظام) کی اشاعت ایک فن بن گیا۔ ایک باقاعدہ علم وجود میں آ گیا، جس کو بظاہر تو کہا جاتا ہے صحافت کا علم، انفرمیشن کا علم، معلومات فراہم کرنے کا علم، لیکن یہ علم افتراق وانتشار کا علم بن کر رہ گیا۔ بالخصوص ڈاکٹر گوئبلز کے زمانے سے، جس نے جھوٹے پروپیگنڈے کو جنگی حکمتِ عملی کا ایک باقاعدہ علم بنا کر انسانیت کے سامنے پیش کیا کہ دوسرے کے خلاف اتنا پروپیگنڈا کرو، اس کے خلاف اتنی ڈِس انفرمیشن پھیلاؤ، اتنا جھوٹ بولو، اتنا جھوٹ بولو کہ سننے والا بھی یہ سمجھے کہ شاید میں نے ہی یہ بات کہی ہے۔ وہ جھوٹی بات سچی بات بن جائے۔ یہ ہے اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ اس جھوٹی بات کی اشاعت۔ جب سے دنیا میں سرمایہ داری نظام کا تسلط ہوا، وہ جرمنی ہو، فرانس ہو، برطانیہ ہو، یا آج امریکا اس کا نمائندہ ہو اور جہاں جہاں سرمایہ داری نظام کے اثرات موجود ہیں، آپ دیکھئے کہ وہاں ’’اشاعتِ فاحشہ‘‘ باقاعدہ ایک علم کے طور پر ایک فن کے طور پر یونیورسٹیوں میں پڑھایا بھی جاتا ہے اور اس پروپیگنڈے کے زور پر لڑائیاں لڑی جاتی ہیں۔ معاشروں کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔ ان کی اجتماعیت کو توڑا جاتا ہے۔ ڈیوائڈ اینڈ رول کی سیاست کو فروغ دیا جاتا ہے۔

آج مسلمان معاشروں یا دیگر تمام ترقی پذیر معاشروں کے اس ذلت اور عذاب کے اندر مبتلا ہونے کی جہاں باقی دیگر وجوہات ہیں، ان میں سب سے اہم ترین وجہ یہ جھوٹا پروپیگنڈا اور فاحشہ کی اشاعت ہے۔ سوسائٹی کے توڑنے والے امور کو فروغ دینا ہے۔ ایسے امور میں اُلجھا دینا جو انفرادیت کو فروغ دینے والے ہیں، جو خواہشات کو اُبھارنے والے ہیں، جو انسانی کمزوریوں کو خوابوں کی جنت میں داخل کر کے اپنے مکانات، اپنے پلاٹ، اپنی چیزیں، اپنی گاڑیاں، اپنی مشینری، حتیٰ کہ اپنا ٹوتھ پیسٹ تک بیچنے کے لیے وہ انسانی زندگیوں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ آج یہ معاشرے ترقی کیوں نہیں کر پا رہے؟ اس کا سبب سوائے اس کے اَور کچھ نہیں کہ مسلمان معاشرے سامراجی پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔ ان مسلمان معاشروں میں فاحشہ کا عام ہو جانا ہے۔‘‘

www.rahimia.org

بچوں کا کالم

خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ (تلمیذِ خاص مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

سادگی

انسان کی زینت اس کی سادگی سے ہے۔ جو لوگ تکلف سے کام لیتے ہیں، انھیں تکلیف ہی اٹھانی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ لوگ اس کی ہر نعمت سے فائدہ اٹھائیں، مگر تکلف اور بے جا خرچ نہ کریں۔ قرآن پاک میں آتا ہے: ''اے اولادِ آدم! ہر ایک نماز کے وقت لباس وغیرہ سے اپنے تئیں آراستہ کرلیا کرو۔ اور کھاؤ اور پیو۔ اور فضول خرچیاں نہ کیا کرو۔ کیوں کہ اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (31:7)

اللہ کے آخری نبیؐ کو تکلف اور فضول خرچی سے بہت نفرت تھی۔ اسی لیے آپؐ نے ان چیزوں کو برتنے سے روک دیا، جن سے تکلف، غرور اور خود پسندی پیدا ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے دنیا میں ریشم پہن لیا، اسے آخرت میں پہننے کو نہیں ملے گا۔'' (بخاری) ایسے ہی آپؐ نے حکم دیا: ''تم سفید کپڑے پہنو۔ اس لیے کہ وہ بہت اچھے اور پاکیزہ ہیں۔'' (ترمذی) حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپؐ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جس شخص نے شہرت کے خیال سے کوئی کپڑا پہنا، قیامت کے روز اس کو اللہ ذلت اور رُسوائی کا لباس پہنائے گا۔'' (ترمذی)

یہ تو اللہ اور رسول کے حکموں کا بیان تھا۔ اب ان پر عمل دیکھو۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عائشہؓ نے ایک موٹی چادر اور موٹا تہ بند نکال کر بتایا کہ ہمارے آقا اور دونوں جہانوں کے سردار کی پاک روح ان کپڑوں میں قبض ہوئی۔ جس فرش پر آپؐ سوتے تھے، وہ چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، ناز و نعمت کی زندگی گزارتے۔ امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے اور اچھے سے اچھا کپڑا پہنتے تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو انھیں آں حضرتؐ نے دیکھا کہ ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی، جس میں پوستین کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپؐ نے دیکھا تو ان کی پہلی حالت آپؐ کو یاد آگئی اور بے اختیار رو پڑے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں مال بہت زیادہ ہوگیا اور دوسری قوموں سے میل جول بھی بڑھنے لگا، مگر آپؓ نے ہر جگہ حکم بھیج دیا کہ ہر شخص اسلام کی سادگی پر رہے۔ ایرانیوں کا طور طریق اختیار نہ کرے۔ ریشم نہ پہنے۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے۔ ہمارے رسولؐ کے دوستوں کے گھروں میں چھلنی نہ تھی۔ آٹا پیس کر منہ سے پھونک دیتے۔ جو کچھ بچ رہتا، اسی کو گوندھ کر پکا لیتے۔

حضرت سلمان فارسیؓ اگرچہ مدائن اور ایران کے امیر تھے اور پانچ ہزار دینار سالانہ تنخواہ ملتی تھی، مگر انھوں نے اپنے لیے گھر نہیں بنایا۔ دیواروں اور درختوں کے سائے میں پڑے رہتے۔ ان کا تمام سامان یہ تھا: ایک پیالہ، ایک لوٹا۔ موت کے وقت اس کو بھی دیکھ کر روتے تھے۔

مکتوبِ گرامی

''اردو کے فروغ میں دیو بند کا ڈیڑھ سو سالہ کردار''

(حضرت مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی کی زیرِ نگرانی شائع ہونے والے پندرہ روزہ ''فکرِ انقلاب'' دہلی کی اشاعتِ خصوصی ''اردو کے فروغ میں دیو بند کا ڈیڑھ سو سالہ کردار'' کے لیے حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا پیغام۔ جو ''فکرِ انقلاب'' کی جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 112، 16 تا 31 جنوری 2017ء میں شائع ہوا۔ حضرت مولانا اعجاز عرفی صاحب کے شکریے کے ساتھ قارئین کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ مدیر)

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدهٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم، امّا بعد!

یہ ایک حقیقت ہے کہ اکابر علمائے ربانیین سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ایسے نفوسِ قدسیہ کی حرارتِ قلبی، عزم و ہمت اور جہد و کردار کا ایک اہم مظہر دارالعلوم دیو بند ہے۔ یہ ادارہ اپنے فکر و عمل میں ایسی وسعتوں کا حامل رہا ہے کہ اس نے ہر شعبۂ زندگی میں انسانیت کی رہنمائی کی ہے۔ شریعتِ مقدسہ کا صاف و شفاف چشمۂ علم ہو، طریقتِ نبویہؐ کا عرفانی زمزمہ ہو، یا سیاستِ نبویہؐ اور حریت و آزادی کا جذبۂ فعالہ ہو، ہر ایک میدان میں دارالعلوم دیو بند نے بڑا جامع اور واضح کردار ادا کیا ہے۔ پھر ان تینوں دائروں میں دین کے فروغ کے لیے زبان و ادب کا عمدہ اور دل نشیں اُسلوب ہو، یا تصنیف و تالیف اور صحافت کے میدان میں ابلاغیات کا واضح انداز اور قطعی اظہار ہو۔ ان تمام میدانوں میں دارالعلوم دیو بند کا کردار ایک عظیم شان کا حامل ہے۔

اس سلسلے میں وابستگانِ دارالعلوم دیو بند نے ہر شعبۂ زندگی میں ایسا جان دار کردار ادا کیا ہے، جو مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ چناں چہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہٗ کی تقریر و تحریر اور نظم و نثر سے لے کر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ، شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ تک اکابرین علمائے ربانیین کے جامع خطابات اور پُرمغز مقالات علمی وقعت کے حامل اور ادبی اسلوب کا شاہکار ہیں۔ صحافت کے میدان میں مسلمانوں کی درست رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے والے وابستگانِ دارالعلوم دیو بند کی تو ایک کہکشاں ہے، جو برعظیم پاک و ہند کے اُفق پر نہایت خوب صورت انداز میں جگمگا رہی ہے۔

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی صاحب انتہائی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے آل انڈیا تنظیم علمائے حق نئی دہلی کی جانب سے دارالعلوم دیو بند کے ادبی اور صحافتی پہلو کی اہمیت واضح کرنے کے لیے ''فکرِ انقلاب'' کا خصوصی شمارہ ''دیو بند کی ڈیڑھ سو سالہ ادبی اور صحافتی خدمات'' کے عنوان سے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ آج اس دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اکابرین اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین نے جن مقاصد و اہداف کے لیے دارالعلوم دیو بند قائم کیا تھا، انھیں فروغ دینے کے لیے کردار ادا کیا جائے اور ان سے شعوری آگہی کے لیے بھرپور کاوش کی جائے۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

شہیدِ بحرِ رحمت مفتی عنایت احمد کاکورویؒ

مفتی عنایت احمد کاکورویؒ کی پیدائش ۹ رشوال ۱۲۲۸ھ/ 4/اکتوبر 1813ء کو منشی محمد بخش کے ہاں قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی میں ہوئی۔ وہ قریشی النسل تھے۔ ابتدائی تعلیم کاکوری میں حاصل کی۔ 13 سال کی عمر میں رام پور چلے گئے، جہاں سیّد محمد بریلویؒ اور مولانا حیدرعلی ٹونکیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم کے حصول کے لیے دہلی تشریف لائے، جہاں شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے احادیث کی کتب سبقاً سبقاً پڑھیں اور سند حاصل کی۔ دہلی کے بعد علی گڑھ میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے شاگرد مولانا بزرگ علی مارہرویؒ سے بھی اکتساب کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی قابلیت کی بنیاد پر علی گڑھ میں مدرّس ہوئے اور ایک سال بعد ان کا تقرر بہ طور مفتی و منصف علی گڑھ میں ہوگیا۔ مفتی صاحب کا تبادلہ بریلی میں ہوا تو وہاں کے منصف اور صدر الامین مقرر کیے گئے۔ بریلی میں قیام کے دوران انھوں نے ایک انجمن بہ نام ’’جلسۂ تائیدِ دینِ متین‘‘ کے نام سے قائم کی، جس کا بنیادی مقصد مسلمانانِ ہند کی اخلاقی اصلاح کا بندوبست کرنا تھا۔ 4 سال بعد آگرہ کے صدرِ اعلیٰ بنا دیے گئے۔ نئے منصب پر متمکن ہونے کے لیے دہلی سے آگرہ جا رہے تھے کہ 1857ء کی جنگِ آزادی کا آغاز ہوگیا۔

1857ء کی جنگِ آزادی کے آغاز سے قبل ہی عوام میں انگریزوں کے خلاف نفرت کے جذبات موجود تھے۔ ضرورت تھی تو ان کو منظّم شکل دینے کی۔ اس تحریک میں ہندوستان میں جہاں جہاں بھی جنگ کی تیاریاں کی گئیں، اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ آزادی پسندوں کی تمام تر کارروائیاں راز داری سے آگے بڑھتی رہیں۔ ملک کے دیگر علاقوں کی طرح روہیل کھنڈ بھی عرصۂ دراز سے انگریزی ظلم کا شکار تھا۔ بریلی اس وقت ریاست روہیل کھنڈ کی راج دھانی تھی اور جنگِ آزادی کے لیے سرگرمی سے تیاریاں جاری تھیں۔ جنگِ آزادی کے ایک اور سرگرم رُکن جنرل بخت خاں نے بھی اپنی جدوجہد کا آغاز اسی علاقے سے کیا۔

1857ء کی جنگِ آزادی میں مفتی عنایت احمد کاکورویؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انگریزوں کے خلاف علَمِ جہاد بلند کرنے اور مجاہدین کے لیے مالی امداد و اعانت پر ایک اہم فتویٰ بریلی سے جاری ہوا تو اس پر انھوں نے اپنے دستخط ثبت کیے اور عوام و خواص میں روحِ آزادی پھونکنے میں عملی کردار ادا کیا۔ یہاں انقلابیوں کی قیادت شروع میں جنرل بخت خاں کے سپرد تھی۔ ان کے دہلی روانہ ہونے کے بعد قیادت نواب خان بہادر خاں روہیلہ کو سونپ دی گئی۔ مفتی صاحبؒ بریلی میں خان بہادر خاں روہیلہ کی قیادت میں جہادِ حریت کی تنظیم کے لیے سرگرمِ عمل رہے۔ ان دنوں روہیل کھنڈ بریلی مجاہدینِ آزادی کا اہم مرکز تھا۔ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ نے مجاہدین کی تنظیم پر اکتفا نہ کیا، بلکہ نواب خان بہادر خاں روہیلہ کے دست و بازو کی حیثیت سے مختلف معرکوں میں عملی حصہ بھی لیا۔ بریلی و رام پور میں انقلابیوں کے ہم نوا اور معاون رہے، بلکہ سرپرست کی حیثیت سے سرگرم ہوگئے۔ جنگِ آزادی کے ہنگامے کے دوران انتظامات کو بہتر انداز میں چلانے کے لیے نواب خان بہادر خاں کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی گئی، جس کے آٹھ ممبران میں سے ایک مفتی عنایت احمدؒ تھے۔

1857ء کی جنگِ آزادی میں اہلِ وطن نے بے شمار کامیابیاں حاصل کیں، لیکن جب انگریزی حکومت نے اپنے غداروں کے ساتھ مل کر حالات پر قابو پالیا تو انھوں نے باشندگانِ وطن سے خوب انتقام لیا۔ اس ہنگامے میں مسلمانوں کو بالخصوص نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ چوں کہ اس جدوجہد میں علمائے کرام نے دل کھول کر حصہ لیا تھا اور اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر جان کے نذرانے پیش کیے تھے، اس لیے جو بھی عالم یا واعظ معلوم ہوتا، اس کو پکڑ لیا جاتا اور شدید سزا دی جاتی تھی۔ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ بھی اس گرفت میں آگئے۔ چوں کہ انھوں نے اس جہاد میں عملی کردار بھی ادا کیا تھا اور بریلی سے جاری ہونے والا فتویٰ جہاد بھی انگریزوں کے ہاتھ لگ چکا تھا، لہٰذا بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلا اور کالا پانی کی سزا سنائی گئی۔ مفتی صاحبؒ اور مولانا فضلِ حق خیرآبادیؒ کے ساتھ دیگر علمائے کرام بھی کالا پانی کی سزا کاٹ رہے تھے۔ ان علما کی موجودگی سے جزیرہ ایک طرح سے دارالعلوم بن گیا تھا۔ مفتی صاحبؒ کو زمانۂ اسیری میں بھی قوم کی فکر لگی رہتی تھی۔ جو بھی نیا قیدی لایا جاتا، اس سے ملکی حالات کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔

مفتی عنایت احمد کاکورویؒ جزائر انڈیمان (کالا پانی) پہنچے تو ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، لیکن اپنے حافظے اور ذہانت کی بنیاد پر گرفتاری کے دوران متعدد کتب تصنیف کیں۔ ’’عِلمُ الصِّیغہ‘‘ ایسی صَرف کی مفید کتاب جو آج تک درسِ نظامی کے نصاب میں داخل ہے، وہیں لکھی۔ عربی کی مشہور کتاب ’’تَقوِیمُ البُلدان‘‘ کا اردو میں ترجمہ کرنا کالا پانی سے رہائی کا سبب بنا۔ 1860ء میں چار سالہ قید و بند کی صعوبتوں سے رہائی کے بعد ہندوستان آکر انھوں نے کانپور کو اپنا دینی و علمی مرکز بنایا اور مدرسہ ’’فیضِ عام‘‘ کانپور کا قیام عمل میں لاکر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

حضرت مفتی عنایت احمد کاکورویؒ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے پیکر اور باعمل عالم دین تھے۔ سرکاری مناصب سے وابستہ رہنے کے باوجود بھی انھوں نے درس و تدریس اور تصانیف کا کام ترک نہیں کیا۔ ان کی تصنیف کردہ کئی کتب آج بھی مدارس کے نصاب میں ہیں۔ انھیں درس و تدریس سے بے پناہ شغف تھا۔ وہ عدالت میں جاری اجلاس کے دوران بھی مقدمے سے فرصت ملتے ہی اپنے طلبا کو پڑھانے لگتے تھے۔

حج کی غرض سے سفر کے دوران جدّہ کے قریب ۱۷رشوال ۱۲۷۹ھ/ 7/اپریل 1863ء کو مفتی عنایت احمد کاکورویؒ کا جہاز ایک پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا اور مفتی صاحبؒ غریقِ بحرِ رحمت اور شہید ہوئے۔

www.rahimia.org

ایک مبارک خواب اور اس کی عملی تعبیر

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

درجِ ذیل تحریر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہم السعید کی زندگی میں ان کی زیارت کے وقت پڑھنے کو ملی۔ بندہ نے حضرت اقدسؒ سے التماس کرکے اس کی حضرتؒ کے دستخطوں کے ساتھ نقل حاصل کی۔ اچانک گزشتہ دنوں کاغذات کی تلاش میں سامنے آگئی۔ چوں کہ یہ تحریر حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہم کے ایک مخلص مسترشد حضرت مولانا عبدالعلیم ضیا (مدرّس جامعہ تعلیم القرآن ہارون آباد) کا ایسا خواب ہے، جوانھوں نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے آغاز سے کچھ قبل دیکھا۔ بعد کے حالات اس خواب کی عملی تعبیر نظر آرہے ہیں۔ نیز یہ خواب حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اور ان کے جانشین معظم کے شریعتِ محمدؐیہ کے جادۂ قویمہ اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی ایک واضح دلیل ہے اور اس میں تمام متوسلین کے لیے ایک دلی اطمینان بھی ہے، اس لیے اس کو مِن وعَن شائع کیا جارہا ہے۔

اس خواب کی عملی تعبیر جو روز بہ روز مسلسل روزِ روشن کی طرح واضح ہورہی ہے، کو دیکھ کر مجھے دارلعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرّس صاحبِ کشف بزرگ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ــــ جن کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح تعبیر خواب کا بہت ملکہ حاصل تھا ــــ کی طرف سے بیان کردہ ایک خواب کی تعبیر یاد آرہی ہے۔ چناں چہ ''سیرتِ یعقوب ومملوک'' میں مولانا انوارالحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں:

مولاناؒ کے مکتوبات میں مکتوب نمبر 64 میں خواب کی تعبیر ہے، جو منشی محمد قاسم کے کسی دوست نے دیکھا۔ دوست نے یہ خواب خط میں لکھ کر منشی جی کو دیا اور انھوں نے تعبیر کے لیے مولاناؒ کے پاس بھیج دیا۔ (خط مشتملہ خواب:)

''جناب مولانا محمد یعقوب صاحب! السلام علیکم!

بعد سلام علیکم کے واضح ہو کہ تاریخ ۲۲ر تاریخ ماہ ذوقعدہ (ماہ حال) بعد پڑھنے نمازِ ظہر میں سویا ہوا تھا۔ خواب آیا کہ دہلی کی جامع مسجد میں باہر کے دروازے پر میں کھڑا ہوں۔ منہ قطب رُخ تھا۔ پشت طرف جنوب تھی۔ میں نے وہاں دیکھا کہ ''مسجد کے اندر پانی صاف اور نفیس بہتا ہے اور طرف مغرب سے بہہ کر طرف مشرق کو جاتا ہے۔ پانی ہردم ہر طرف سے جاتا ہے اور جو حوض ہیں، ان کے اوپر ہوکر پانی برابر بہتا ہے۔ دیوار شمال وجنوب کی چھوڑ کر در کے اندر سے نکلتا ہے اور برابر بہتا ہے۔''

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اس خط کے جواب میں خواب کی تعبیر اس طرح بیان فرماتے ہیں: ''اس کی یہ تعبیر ہے کہ دہلی ہندوستان کی دارالسلطنت اور اصل ہے اور مسجد جگہ دین کی اور جامع مسجد جو سب مسلمانوں کو عام ہو، پانی بہنا صاف شفاف ترقی باطنی اور ظاہری ہے۔ امید ہے کہ حالات مسلمانوں کے مبدل ہوں۔ ظاہر میں باطن میں بھی اور یہ فیض مغرب کی طرف سے آئے گا۔ فقط'' (مکتوباتِ یعقوبی، ص124)

ہمارے حضرات مشائخ رائے پور خوابات ومبشرات کے مصداق ہونے کے باوجود سراپائے عمل وکردار ہیں۔ اور باوجود عالی اوصاف اور اَخلاقِ اَسلاف کا نمونہ ہونے کے اِخفائے حال بھی بہت رکھتے ہیں۔ احقر حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کی وفات کے بعد اس خواب کو دوستوں کے اطمینانِ خاطر کے لیے شائع کرنے کی جرأت کررہا ہے کہ بہ قول امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ: ''خوابوں کی ایک قسم بُشریٰ مِن اللّٰہ (اللہ کی طرف سے خوش خبری) ہے۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور کے فکری وعملی مقاصدِ تاسیس کو بروئے کار لانے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ خواب کی تحریر درجِ ذیل ہے:

مکرمی ومحترمی، سیّدی، مرشدی، جناب

حضرت اقدس شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری دامت برکاتکم العالیہ

السّلام علیکم ورحمة اللّٰہ و برکاتهٗ

دعاؤں کا طالب، آپ کے فیض کا مستحق ومنتظر، بارگاہِ ایزدی میں ہروقت آپ کی خیریت اور بابرکت سائے کی درازی کی تمنا اور آرزو رکھتا ہے۔

بعدہ! التجاؤں اور عاجزی کے ساتھ آپ کی شفقتِ نظر اور توجہاتِ کریمہ کے لیے مؤدبانہ عرض گزار ہے۔ زمینِ خدمت کو بوسہ دیتے ہوئے آپ کی اجازت سے ایک خواب قلم بند کررہا ہوں، جو بندہ نے آج مؤرخہ 2/ستمبر 2001ء بروز اتوار کی صبح (تقریباً پونے چار کے قریب) دیکھا ہے۔

خواب: بندہ اپنے مکان ملحقہ جامعہ تعلیم القرآن میں چند عزیزوں کے ہمراہ بیٹھا ہوا ہے کہ اچانک فضا میں ایک جہاز نظر آیا، جو بہت ساری خوب صورت بتیوں سے سجا ہوا تھا۔ وہ فضا میں گردش کرنے لگا اور آہستہ آہستہ وہ نیچے ہونے لگا۔ اتنے میں دوسرا، پھر کچھ دیر بعد تیسرا بھی نمودار ہوا۔ دیکھتے دیکھتے وہ جامعہ کے ساتھ بنے پلاٹ کے اوپر فضا میں آکر کھڑے ہوگئے۔ ہمیں کافی حیرانگی ہوئی۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ: ''لگتا ہے یہ فضا میں کوئی اسٹیشن تعمیر کرنے لگے ہیں۔'' اتنے میں ایک آواز آئی کہ: ''اس میں تعمیراتی خام مال ہے۔ خاص طور پر لینٹر کے لیے بجری، سیمنٹ اور ریت گھلی ہوئی ہے، جو ادارہ رحیمیہ کا ہال تعمیر کرنے کے لیے باری تعالیٰ نے فرشتوں اور انبیائے کرام (علیہم السلام) کے ذریعے بھجوائی ہے۔ (حکم دیا جاتا ہے کہ) اسے اُتارنے کے لیے فوراً انتظام کرو!''

چناں چہ جلدی میں ہی بہت سارے احباب نے ایک کھمبا نصب کیا، جس کے ساتھ کچھ ڈرم نُما برتن بھی لگا دیے گئے، تاکہ وہ بجری نیچے اُترے اور پھر اسے مطلوبہ جگہ پر لایا جاسکے۔ دوستوں نے بڑے شوق سے اس کام کو سرانجام دیا اور جامعہ سے کچھ فاصلے پر اسے مطلوبہ جگہ پر لے گئے۔ لے جاتے وقت وہ بہ ظاہر کم معلوم ہوتی تھی، لیکن جب اسے استعمال میں لایا گیا تو وہ بہت ساری جگہ پر محیط ہوگئی، جس سے تمام احباب بہت خوش ہوئے۔

کچھ دیر کے بعد دوسرا جہاز اسی طرح کا سامان لے کر آتا ہے۔ اس میں کچھ حضرات کو نمایاں کرکے دکھایا جاتا ہے کہ جو پسینے میں شرابور ہوکر بڑی تیزی اور تندہی سے جہاز کو لے کر آرہے ہیں، جن میں چند فرشتوں کے علاوہ جدالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام

www.rahimia.org

اور آقائے نامدار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتھک محنت کے ساتھ کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان حضرات کے معاونین میں سے (یہ جہاز پر سوار ہیں) ہمارے بانی محترم حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ اور محترم جناب مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ العالی ہیں، جو کہتے ہیں کہ: ''سامان لینے میں جلدی کرو!۔'' پھر اسی طرح وہ سامان لیا جاتا ہے اور مطلوبہ جگہ پر ڈال دیا جاتا ہے۔

تیسرے جہاز کے آنے سے قبل بندہ سمیت کچھ دوستوں کے ذہن میں خیال آیا کہ اگر اس کھمبے کو یہاں سے اٹھا کر مطلوبہ جگہ کے قریب لگا دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ پہلی جگہ جامعہ کے متصل تھی، جب کہ دوسری جگہ کوئی ایک ایکڑ کے فاصلے پر تھی۔ چناں چہ ایسا ہی کیا جاتا ہے، لیکن کھمبا وغیرہ نصب کرنے سے پہلے ہی وہ جہاز آ گیا۔ حکم دیا جاتا ہے کہ: ''سامان لے کر پہلی جگہ پر پہنچو! وہاں نہیں جائے گا۔'' تو دوستوں کو جو چیز میسر آئی، لے کر بھاگ پڑے، تا کہ بہ حفاظت اس سامان کو اُتارا جا سکے۔ لیکن دوستوں کے پہنچنے سے پہلے وہ جہاز اُنڈیل دیا گیا، جس سے تمام سامان، جامعہ کیا' پورے ادارے کے چپے چپے پر پھیل گیا۔ کہیں خشک میٹریل تو کہیں تیار شدہ مال، جدھر نظر پڑے ایسا لگتا تھا کہ جیسے سارا مال یہیں گرا ہے، بلکہ بعض جگہ پر تو میزاب کے ذریعے سے بہتا ہوا نظر آتا ہے۔

ہمیں اس پر پریشانی ہوئی کہ جناب مفتی عبدالخالق صاحب مدظلۂ ابھی ہم سے ناراض ہوں گے کہ تم نے میری اجازت کے بغیر کھمبا کیوں ہٹایا تھا؟ کہ اتنے میں جناب مفتی صاحب مسکراتے ہوئے نظر آنے لگے۔ (یعنی ہمیں ایسا لگا کہ جیسے وہ ہمارے اس کام پر راضی اور خوش ہوں۔) جہاز واپس چلے گئے۔ جناب مفتی صاحب نیچے اُتر آئے۔ ہمیں کہنے لگے کہ: ''پریشان نہ ہوں۔ سب جاؤ اور ایسی چیزیں لے کر آؤ جس سے ہم اس مال کو اکٹھا کر سکیں۔'' چناں چہ تمام دوست مختلف چیزیں لے کر آئے، جن کے ذریعے سے ہم سب انھیں اکٹھا کرنے لگے۔ اور پھر اسے ادارہ کی تعمیر و ترقی میں بروئے کار لانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف ادارہ ہی ادارہ نظر آنے لگا۔ اکثر جگہوں پر یہی نظر آتا ہے کہ ہر جگہ دیواریں وغیرہ مکمل ہیں، صرف چھتوں کی ضرورت تھی جو ڈال دی گئیں۔ اتنے میں تمام احباب اس ہال کو دیکھنے کے لیے گئے، جس کے لیے اصل میں مال آنا شروع ہوا تھا۔ تمام احباب اسے دیکھ کر قلبی سکون حاصل کرتے ہیں۔

پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ہی لائن میں پہلے ادارہ رحیمیہ ہے۔ اس کے ساتھ جامعہ تعلیم القرآن ہے۔ ساتھ مسجدِ نبویؐ ہے۔ اس سے آگے بیت اللہ شریف ہے۔ اس سے آگے بیت المقدس ہے۔ یہ تمام ادارے ایک ہی قطار میں ہیں۔ اور سب دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں کہ کیا خوب صورت قطار ہے۔ پھر کچھ دوستوں نے مل کر ارادہ کیا کہ حضرت (رائے پوری رابع) دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اطلاع دیں کہ ادارہ رحیمیہ کی چھت مکمل ہوگئی ہے، جب کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کچھ نامعلوم احباب کے ہمراہ ایک حلقے میں مسجدِ نبویؐ میں تشریف فرما ہیں۔ جیسے ہی ہم لوگ مسجد کے اندر داخل ہوئے تو حضرت نے تمام احباب کو گلے لگایا اور اس انداز سے مسکرا رہے تھے کہ جیسے اسی انتظار میں آپ تشریف فرما تھے (کہ مجھے کوئی اطلاع دینے آئے۔) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تیسرا جہاز جو سامان دینے آیا تھا، حضرت اس میں واپس تشریف لے گئے تھے۔''

خاکِ پائے خانقاہِ رائے پور عبدالعلیم ضیا ہارون آباد

بقیہ: اداریہ

کیوں کہ جہادِ افغانستان اور دیگر وقتی ایشوز پر تمام مذہبی قوتوں کو مقتدر حلقوں کی جانب سے اکٹھا کیا جا چکا تھا اور مولانا سندھیؒ سے متأثر نوجوان نعروں کی سیاست کا آلۂ کار نہیں بنے۔ وہ جہادِ افغانستان کی سیاست کا ایندھن نہیں بن سکتے تھے۔ اس لیے انھیں مولانا سندھیؒ سے دور کرنا وقت کی سامراجی سیاست کا تقاضا تھا۔

آج کل پھر سوشل میڈیا مولانا سندھیؒ پر گفتگو اور بحث کا مرکز بنا ہوا ہے۔ جس پر تین قسم کے نوجوان اور دانش ور آمنے سامنے ہیں: ایک طبقہ وہ ہے جو موجودہ مذہبی طبقوں سے بدظن ہو کر کسی نئے راستے کی تلاش میں ہے۔ اس نے مولانا سندھیؒ کا نام تو ایک روشن خیال عالم دین کے طور پر سن رکھا ہے، لیکن ابھی ان کی فکر کے بنیادی ماخذوں تک اس کی رسائی نہیں ہوئی۔ مولانا سندھیؒ سے متعلق جو جیسا جہاں سے ملا، پڑھ لیا اور ایک رائے قائم کر لی۔ یہ طبقہ بعض اوقات امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے فکر کے گزشتہ ساٹھ سال سے محافظ حلقے پر جملے کستا بھی نظر آتا ہے کہ کچھ لوگوں نے شاہ ولی اللہؒ اور مولانا سندھیؒ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس طبقے سے گزارش یہ ہے کہ فکر آفاقی اور انسانی ہوتا ہے۔ اس پر کسی کا قبضہ نہیں ہوتا، لیکن اس فکر کے دفاع اور فروغ کے حوالے سے جو اوّلیت کی فضیلت ولی اللّٰہی فکر پر مبنی جماعت، سلسلۂ رائے پور اور ادارہ رحیمیہ کے متوسلین کو حاصل ہے، اس سے آپ انھیں محروم نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی خیال کے حامل دوست کو بیرونِ ملک مقیم دانش ور اور قانون دان جناب سلمان یونس نے مندرجہ ذیل جواب دیا ہے: ''یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ جب روایتی مذہبی طبقہ بہ جماعت ضیاء الحق کی امامت میں امریکا کے سپانسرڈ جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا تو تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی اس وقت بھی شاہ ولی اللہؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے افکار اور منہج پر قائم رہی اور ''افغان جہاد'' کو فساد ہی کہتی اور سمجھتی رہی۔ یہ بات بھی شاید آپ کو معلوم ہو کہ جمعیت طلبائے اسلام جو کہ ایک خالص نظریاتی اور آزاد پلیٹ فارم تھا، پر جے یو آئی کی طرف سے مارے گئے شب خون کی راکھ سے فکرِ ولی اللّٰہی کی تنظیم ہوئی تھی۔''

دوسرا طبقہ وہ ہے جو ابھی تک مسموم پروپیگنڈے کا شکار ہے۔ مولانا سندھیؒ کا نام آتے ہی وہ اپنے ذہن میں منفی سوالات کا ایک سلسلہ قائم کر لیتا ہے اور سنی سنائی باتوں پر اپنے خود ساختہ فیصلے پر پہنچ کر مولانا سندھیؒ سے گریزاں رہتا ہے۔ اس طبقے سے گزارش ہے کہ وہ ایک بار مولانا سندھیؒ کے دروازے پر بھی حاضری دے۔ مخالفین کی بنائی تصویر پر فیصلے کے بجائے ان کی اپنی تعلیمات کو ان کے اپنے لٹریچر سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

تیسرا طبقہ وہ ہے جو مولانا سندھیؒ سے اپنے کسی خاندانی ماحول یا پاکستان میں مولانا

www.rahimia.org

سندھیؒ کے فکر کے فروغ کی کسی تحریک سے متأثر ہے اور وہ ان کے دفاع کی تڑپ اپنے سینے میں رکھتا ہے۔ اسے وقت کے چیلنج کو درست تناظر میں سمجھنا ہے کہ جہاں عام نوجوان درست فکر کے متلاشی ہیں، ان کی درست نہج پر تربیت کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے، وہاں اس سے بھی باخبر رہنے کی ضرورت ہے کہ جو جماعتیں مولانا سندھیؒ سے عناد کی ایک تاریخ رکھتی ہیں اور اب وہ دبے لفظوں میں مولانا سندھیؒ کا نام بھی لینے لگی ہیں اور ان کے فکری اثاثے کو اپنی تشریحات کا جامہ پہنانے کا حق بھی جتانے کی کوشش کر رہی ہیں، وہ کہیں کسی نئے بندوبست کا حصہ تو نہیں ہیں۔

ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو ایک فرد یا شخصیت کے طور پر نہیں، بلکہ حضرت شیخ الہندؒ کی جماعت کے ترجمان کے طور پر جاننا اور سمجھنا چاہیے۔ حضرت سندھیؒ ولی اللٰہی فکر پر قائم اجتماعیت کا حصہ ہیں اور وہ اپنی اجتماعیت کی فکری میراث کے نمائندہ ہیں۔ جو لوگ انھیں اس اجتماعیت کے مدِ مقابل لا کر کھڑا کرنا چاہتے ہیں یا ان سے الگ ثابت کرنا چاہتے ہیں، وہ بھی ولی اللٰہی فکر کے خلاف سازشوں کی تاریخ میں ایک نئے داؤ پیچ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ (مدیر)

بقیہ: مکتوبِ گرامی

دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے نمایاں ترین پہلو یہ ہیں:

☆ اس نے برعظیم پاک و ہند کے اس خطے میں بسنے والی اقوام میں دین اسلام کے انسانیت نوازی پر مبنی پروگرام کا تعارف کرایا۔

☆ ان میں قومی اور ملّی حوالے سے ہم آہنگی پیدا کی۔

☆ اجتماعی نقطہ نظر سے ادارہ جاتی بنیادوں پر مسائل حل کرنے کی سوچ پیدا کی۔

☆ تشدد اور فرقہ وارانہ سوچ سے بالاتر ہو کر خدمتِ انسانیت کے جذبے سے کام کرنے کا سلیقہ اور شعور دیا۔

☆ اس طرح محبت کی اساس پر انسانیت کو دین اسلام کی سچی تعلیمات سے وابستہ کرنے کے لیے دعوتِ عام دی۔

ہمارے ادبی اور صحافتی حلقوں میں قومی اور ملّی نقطہ نظر سے انسانی مسائل حل کرنے کا یہ سلیقہ اور شعور پیدا ہو جائے تو یقیناً دارالعلوم دیوبند قائم کرنے والے اکابرین کے اہداف و مقاصد اور اُن کا مشن پورا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرین علمائے ربانیین کے نقش قدم پر چلنے اور ادب و صحافت کو اعلیٰ دینی مقاصد و اہداف کے لیے شعوری بنیادوں پر بروئے کار لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ مولانا عرفی قاسمی صاحب اور ان کی ٹیم ایک بار پھر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس طرح کے مزید سیمینار منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عبدالخالق آزاد رائے پوری — خادم سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور

و ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

یکم رجب المرجب 1436ھ/9/اپریل 2016ء

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر — شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال سفر کے دوران نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ کیا عصر کی قصر نماز کے ساتھ دورانِ سفر رہ جانے والی نمازِ ظہر جمع کر کے پڑھی جا سکتی ہے؟ کیا دونوں کو ادا شمار کیا جائے گا؟

جواب اگر مثل ثانی ختم ہو گئی اور نمازِ ظہر نہیں پڑھی تو وہ اب قضا ہو گئی۔ اب اس کو نمازِ عصر سے پہلے قضا کی نیت سے پڑھا جائے گا۔ وہ ادا شمار نہیں ہوگی۔

سوال سفر کے دوران کون کون سی قصر نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھی جا سکتی ہیں؟

جواب سفر کے دوران بھی نمازیں اپنے اپنے اوقات ہی میں پڑھی جائیں گی۔ کسی نماز کا وقت اگر شروع نہیں ہوا تو اس کو وقت سے پہلے نہیں پڑھا جا سکتا۔ دو نمازوں کو ایک وقت میں، ظہر عصر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب عشا کو عشا کے وقت میں حقیقی طور پر جمع کرنا صرف حج کے موقع پر ۹/ ذوالحجہ کو جائز ہے۔ کسی دوسری جگہ جائز نہیں، البتہ جمع صوری بلا اختلاف جائز ہے کہ ظہر یا مغرب کو آخر وقت میں اور عصر/ عشا کو اوّل وقت میں پڑھا جائے۔ یہ بھی مرض/ سفر کے عذر کے وقت ہے۔ ورنہ نماز کو آخر وقت تک لیٹ کرنا مکروہ ہے۔ نیز ہمارے بعض مشائخ اور اساتذہ کے نزدیک نمازِ ظہر اور نمازِ عصر کو مثل ثانی میں اور نمازِ مغرب و عشا شفق دوم (جب کہ مغرب کی سمت میں سرخی ختم ہو کر سفیدی شروع ہو جائے۔) کے وقت اکٹھا پڑھنے کی صرف مسافروں اور بیمار معذوروں کے لیے گنجائش ہے۔

سوال اگر قرآن پاک ہاتھ سے گر جائے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب اس کے لیے توبہ و استغفار لازم ہے۔ مالی صدقہ بھی حسبِ استطاعت جتنا بھی ادا کیا جائے، کم ہے۔

سوال مقتدی امام کے ساتھ آخری قعدے میں جماعت کے ساتھ شامل ہوا تو تشہد میں التحیات، درود شریف اور دعا پڑھے یا خاموش بیٹھا رہے؟

ڈاکٹر تابش، چک نمبر 98 فتح، چشتیاں

جواب مقتدی (مسبوق) جو آخری تشہد یا آخری رکعات میں شامل ہوا ہو، وہ صرف التحیات پڑھ کر بیٹھ جائے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز مکمل کرے۔

سوال لڑکی شادی سے پہلے نام کی نسبت والد کے ساتھ لکھتی ہے اور شادی کے بعد خاوند کی نسبت سے نام لکھتی ہے، جیسا کہ آج کل مروّج ہے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

محمود احمد علوی، جنڈ والا، چشتیاں

جواب شادی سے پہلے نام کے ساتھ والد کے نام کی جو نسبت لکھتی ہو، وہی بعد از شادی قائم رکھنا بہتر ہے۔ اپنے خاوند کے نام کو ساتھ ملانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ خاوند کے نام میں مسز/ زوجہ کا لفظ اضافہ کر لیا جائے، مثلاً زینب مسز/ زوجہ ارشاد۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔